چند خوش نصیب لوگ

فاروق الرحمن یزدانی

الحمدلله رب العالمین والصلوٰة والسلام علی سید المرسلین.

اما بعد :

ہرانسان فطرتی طور پر اس بات کا خواہشمند ہوتا ہے کہ اس کے کسی بڑی شخصیت کے ساتھ تعلقات قائم ہو جائیں کہ بوقت ضرورت اس کے مال، قوت، اختیارات اور تعلقات سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔ اگر کسی ایسی شخصیت سے آدمی کی شناسائی ہو جائے تو وہ پھولا نہیں سماتا اور ہر کسی سے اپنے اس تعلق اور واقفیت کو بیان کرتا پھرتا ہے۔ اگر وہ بڑی شخصیت کسی موقعہ پر اس آدمی کے متعلق یہ کہہ دے کہ میں اس کے ساتھ ہوں، اس کا مددگار رہوں، معاون اور حمایتی ہوں تو پھر اس شخص کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہتا۔ لیکن اس انسان کے مقدر اور نصیب کا کیا کہنا کہ جس کے متعلق عرش عظیم کا رب کہے کہ میں اس کا ساتھی ہوں ان سطور میں اس وقت انہی خوش نصیبوں کا بالاختصار تذکرہ کیا جائے گا کہ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ان کے ساتھ ہوں۔

یوں تو اللہ رب العزت ہر وقت اپنے علم اور قدرت کے لحاظ سے ہر شخص کے ساتھ ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هو الذی خلق السموٰت والارض فی ستة ایام ثم استویٰ علی العرش یعلم ما یلج فی الارض وما یخرج منها وما ینزل من السماء وما یعرج فیها وهو معکم این ما کنتم والله بما تعملون بصیر (الحدید:۴)

اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر مستوی ہوا۔ وہ جانتا ہے جو زمین میں داخل ہوتا اور جو اس سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے اترتا اور جو اس میں چڑھتا ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔ جہاں بھی تم ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھنے والا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی معیت کا بیان ہے۔ کہ وہ علم کے لحاظ سے ہر ایک کے ساتھ ہے اسکے اعمال، حرکات و سکنات کو دیکھتا اور جانتا ہے۔ لیکن جس معیت کا تذکرہ میں اس وقت کرنا چاہتا ہوں اس کا مطلب ومفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا، ہمدردی، حمایت اور امداد کن لوگوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ کیونکہ جس کا اللہ تعالیٰ حمایتی ومددگار بن جائے دنیا کی کوئی طاقت اسے نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اللہ تعالیٰ کی معیت کا ہونا اس کے علم اور قدرت کے لحاظ سے ہے نہ کہ اس کی ذات کے لحاظ سے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

الرحمن علی العرش استوی (طہ:۵)

رحمٰن (اللہ تعالیٰ) عرش پر مستوی ہے۔

آیئے اب کتاب وسنت کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ وہ کون سے خوش نصیب ہیں جن حمایت ومعیت کا اللہ تعالیٰ نے خود اعلان فرمایا ہے:

انبیاء کرام علیہم السلام کیلئے اللہ تعالیٰ کی معیت

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام وہ نفوس قدسیہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق میں سے بلند مقام عطا فرمایا ہے کہ پوری دنیا مل کر کسی ایک نبی ورسول علیہ السلام کی عظمت کا اندازہ بھی نہیں کر سکتی ہے کیونکہ عزت وشرف کا سب سے بلند مقام اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو عطا فرمایا ہے اس لئے بھی اللہ تعالیٰ کی معیت کے شرف کے سب سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام ہی حقدار ہیں۔

سیدنا حضرت موسیٰ علیہم السلام جب مدین سے اپنی اہلیہ محترمہ حضرت صفوراء رضی اللہ عنہا کے ساتھ مصر کو واپس آ رہے تھے تو راستے میں طور کے مقام پر ایک جگہ انہیں روشنی نظر آئی چونکہ سردی کا موسم تھا اور مصر سے گئے ہوئے بھی موسیٰ علیہ السلام کو کافی مدت ہو چکی تھی اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے اپنی اہلیہ محترمہ سے کہا کہ تم یہاں ٹھہرو میں آپ کو تاپنے کیلئے آگ لا دیتا ہوں اور ممکن ہے وہاں کوئی آدمی ہو تو اس سے راستہ بھی معلوم کر لوں گا۔ جب موسیٰ علیہ السلام اس روشنی کے قریب پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تمہارا رب ہوں اور میں نے تمہیں چن لیا ہے وحی آپ کی طرف کی جانے والی ہے اسے غور سے سنو۔ اس ساری بات کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی ابدی صداقتوں میں یوں بیان فرمایا:

ھل اتک حدیث موسیٰ اذ را نارا فقال لاھلہ امکثوا انی انست نارا لعلی اتیکم منھا بقبس اواجد علی النار ھدی. فلما اتھا نودی یموسی. انی انا ربک فاخلع نعلیک انک بالواد المقدس طوی. وانا اخترتک فاستمع لمایوحی (طہ:۱۳۔۹)

اسکے بعد موسیٰ علیہ السلام کو پیغام توحید کے ساتھ ساتھ معجزات عطا فرما دیئے اور ساتھ ہی اللہ کریم جل جلالہ نے حکم فرمایا:

اذھب الی فرعون انہ طغی

کہ فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہو گیا ہے تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

رب اشرح لی صدری ویسرلی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی . واجعل لی وزیرا من اھلی. ھارون اخی اشدد بہ ازری. (طہ:۲۵۔۳۱)

اللہ پاک میرا سینہ کھول دیجئے اور میرے لئے میرا معاملہ (تبلیغ کی ذمہ داری) آسان کر دیجئے اور میری زبان کی گرہ کھول دیجئے تا کہ وہ لوگ میری بات کو سمجھ لیں اور میرے اہل میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر مقرر کر کے میری قوت کو مضبوط کر دیجئے۔

موسیٰ علیہ السلام کی دعا کے جواب میں اللہ وحدہ لاشریک نے فرمایا:

قد اوتیت سؤلک یموسیٰ

اے موسیٰ علیہ السلام جو آپ نے سوال کیا وہ آپ کو عطا کر دیا گیا۔ پھر کچھ احسانات یاد دلانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اذھب انت واخوک بایتی ولا تنیا فی ذکری. اذھبا الی فرعون انه طغی. فقولا له قولا لینا لعله یتذکر او یخشی. قالا ربنا اننا نخاف ان یفرط علینا او ان یطغی.

اے موسیٰ علیہ السلام تم اور تیرا بھائی دونوں میری نشانیوں کے ساتھ جاؤ اور میرے ذکر میں کمی نہ کرنا۔ فرعون کے پاس جاؤ بے شک وہ سرکش ہے تو اس سے نرمی سے بات کرنا ہوسکتا ہے کہ وہ نصیحت حاصل کر لے یا ڈر جائے۔ تو موسیٰ علیہ السلام اور ھارون علیہ السلام نے عرض کیا اللہ پاک ہم ڈرتے ہیں کہ وہ کہیں ہم پر جلدی کرے یا وہ سرکشی کرے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لاتخافا اننی معکما اسمع واری

تمہیں ڈرنا نہیں چاہئے کیونکہ میں تم دونوں کے ساتھ ہوں سنتا بھی ہوں اور دیکھتا بھی۔

ان آیات بینات سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ ہے۔ اور پھر انہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس بات کو اس طرح اپنایا کہ جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے بنی اسرائیل کو رات کے اندھیرے میں لیکر نکلے تو دن کے وقت فرعون بھی اپنی فوج لیکر تعاقب میں نکلا اور موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو بحر قلزم کے کنارے جالیا تو قوم یہ منظر دیکھ کر سخت پریشان ہوئی اور کہنے لگی کہ موسیٰ (علیہ السلام) اب تو ہم پکڑے گئے کہ آگے دریا ہے اور پیچھے دشمن کی فوج۔ تو اس پریشانی کے عالم میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو یہی جواب دیا تھا:

قال کلا ان معی ربی سیھدین

کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ہم پکڑے جائیں کیونکہ میرا اللہ میرے ساتھ ہے۔ وہ ضرور مجھے کوئی سیدھا راہ دکھا دے گا اور پھر واقعی ایسا ہی ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فاوحینا الی موسیٰ ان اضرب بعصاک الحجر فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم. وازلفنا ثم الآخرین. وانجینا موسیٰ ومن معه اجمعین. ثم اغرقنا الآخرین. ان فی ذالک لایة وماکان اکثرھم مومنین (الشعراء: ۶۷-۶۳)

کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ اپنا عصا دریا میں مارو جب موسیٰ علیہ السلام نے دریا میں اپنا عصا مارا تو ہم نے اس پانی میں سے راستے بنا دیئے کہ جن سے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم سارے کے سارے خیریت سے گزر گئے جبکہ فرعون اور اس کی فوج کو ہم نے اسی پانی کو ملا کر اس میں غرق کر دیا۔

اسی طرح ھادی کائنات، سید الرسل، امام اعظم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے غار ثور میں سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس وقت فرمایا تھا کہ جب وہ دشمن کو غار کے منہ پر دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کے متعلق غمزدہ ہو گئے تھے کہ:

لا تحزن ان اللہ معنا

ابوبکر غم نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے اس یقین کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح عملی جامہ پہنایا کہ غار کے دروازے پر مکڑی نے جالا بن دیا اور کافر غار کے دروازے پر پہنچ جانے کے باوجود رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نہ دیکھ سکے اور یوں اللہ تعالیٰ نے انہیں ذلیل و رسوا کر دیا اور اپنے پیغمبر محمد ﷺ اور ان کے ساتھی ابو

بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حفاظت فرمائی۔ اللہ کریم نے اس بات کو یوں بیان فرمایا:

فانزل الله سكينته عليه وايده بجنود لم تروها وجعل كلمة الذين كفروا السفلى وكلمة الله هى العليا والله عزيز حكيم (التوبہ:۴۰)

اس آیت مبارکہ سے بھی یہ بات واضح ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کی معیت، حمایت اور مدد کے اولین حقدار حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی نفوس قدسیہ ہیں۔

مومنین کیلئے اللہ تعالیٰ کی معیت

جس طرح اللہ تعالیٰ کی معیت، نصرت ومدد انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی معیت، مدد ونصرت انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان لانے والے اور ان کی اطاعت کرنے والے مومنین کیلئے بھی ہے۔ جیسا کہ مذکورہ دونوں واقعات سے بھی اظہر من الشمس ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم بنی اسرائیل کی مدد بھی فرمائی اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی مشرکین مکہ کے شر سے محفوظ فرمایا۔ لیکن یہ بات اللہ تعالیٰ نے مومنین کو بطور خاص بھی ارشاد فرمائی کہ اگر تم مومن بنو گے میرے نبی ورسول کی اطاعت کرو گے تو پھر میں تمہارے ساتھ ہوں۔

بنی اسرائیل کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ولقد اخذ الله ميثاق بنى اسرائيل وبعثنا منهم اثنى عشر نقيبا وقال الله انى معكم لئن اقمتم الصلوٰة واتيتم الزكوٰة وآمنتم برسلى وعزرتموهم واقرضتم الله قرضا حسنا لاكفرن عنكم سياتكم ولا دخلنكم جنات تجرى من تحتها الانهر فمن كفر بعد ذالك منكم فقد ضل سوآء السبيل (المائدہ:۱۲)

کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے پختہ وعدہ لیا اور ان میں سے بارہ سردار مقرر فرمائے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے بنی اسرائیل بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، میرے رسولوں پر ایمان لاؤ، اور ان کی مدد کرو اور اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دو۔ البتہ میں تمہارے گناہوں کو مٹا دوں گا۔ اور تمہیں ایسے باغات (جنتوں) میں داخل کرونگا جن میں نہریں بہتی ہیں۔ لیکن جس نے اس کے بعد کفر کیا تو بے شک وہ سیدھے راستے سے گمراہ ہو گیا۔

اسی طرح امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو حکم فرمایا:

يا ايها الذين آمنوا اطيعوا الله واطيعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالكم ان الذين كفروا وصدوا عن سبيل الله ثم ماتوا وهم كفار فلن يغفر الله لهم . فلا تهنوا وتدعوا الى السلم وانتم الاعلون والله معكم ولن يتركم اعمالكم (محمد:۳۵،۳۳)

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور (اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کر کے) اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو۔ کیونکہ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے رستے سے رک گئے۔ پھر وہ کفر کی حالت میں ہی مر گئے۔ تو اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا۔ تم ست نہ ہو اور صلح وسلامتی کی دعوت دیتے رہو تم ہی غالب آؤ گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔ وہ ہرگز تمہارے اعمال کا اجر کم نہیں کرے گا۔

عزیز قارئین! ان آیات بینات سے یہ بات واضح ہوئی کہ جو کوئی انبیاء و رسل علیہم السلام پر ایمان لائے گا ان کی اطاعت کریگا۔ ان کی شریعت کو پھیلانے میں ان انبیاء و رسل علیہم السلام سے تعاون کرے گا۔ نماز قائم کرے۔ زکوۃ دے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ کرے۔ کفر سے بچے دین اسلام کو اپنانے اور پھیلانے میں سستی نہ کرے۔ دشمنان اسلام کو برابر دین اسلام کی دعوت دیتا رہیگا تو اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرے گا اور اگر کوئی شخص یہ عمل نہیں کرے گا یا اس میں کمزوری دکھائے گا تو اللہ تعالیٰ کی معیت اور مدد و نصرت سے محروم رہ جائے گا۔ (اعاذنا اللہ منہ)

تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ جب مسلمان اسلام کے ان سنہری اصولوں پر کاربند تھے تو اللہ تعالیٰ کی مدد ہر وقت شامل حال رہتی تھی کبھی فرشتوں کی صورت میں۔ کبھی ہوا کی شکل میں تو کبھی خوف کے ذریعے لیکن جب سے مسلمانوں نے ان اصولوں کو چھوڑا ہے تو ذلت و رسوائی ہی ان کا مقدر بن کر رہ گئی ہے کہ باوجود کروڑوں، اربوں کی تعداد میں ہونے کے، باوجود فوجیں رکھنے اور اسلحہ سے لیس ہونے کے بزدل ہندو اور یہودی و عیسائی سے خوفزدہ ہیں۔ وجہ صرف یہ ہے کہ نبی کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کو چھوڑ دیا ہے۔ آپ پر ایمان میں کمزوری آ گئی۔ آپ ﷺ کی اطاعت سے منہ پھیر لیا۔ نماز اور زکوۃ سے کچھ نے تو ویسے ہی جان چھڑا لی اور کچھ نے بس رسمی طور پر ہی انہیں اپنایا نہ صرف کہ دین کو پھیلانے میں سستی کی بلکہ دینی شعائر اور دین کو ماننے والوں کے گرد گھیرا تنگ کیا۔ دشمنان اسلام کو دین اسلام کی دعوت دینے کی بجائے ان کی رسوم و رواج کو اپنا لیا اور اسلام دشمنی میں ان کے دست و بازو بن گئے نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کی معیت سے محروم ہو گئے۔ میرے مسلمان بھائیو اگر ہم چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی معیت ہمیں نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ کی مدد ہمارے شامل حال ہو اور ہم پھر سے دنیا کی عظیم اور فاتح قوم بن جائیں تو اس کیلئے ہمیں اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ اصولوں کو پھر سے اپنانا ہوگا اگر ہم ایسا کر لیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ کی مدد اس طرح آج بھی اتر سکتی ہے جیسا کہ بدر و حنین اور خندق کے موقعہ پر نازل ہوئی تھی۔

آج بھی ہو گر براہیم سا ایمان پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستان پیدا
فضاء بدر پیدا کر ، فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

مومنین کی مدد کرنے والوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی معیت

جس طرح اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام اور انبیاء کرام پر ایمان لانے اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے والے مومنین کیلئے اپنی معیت (ساتھ) کا اعلان فرمایا ہے۔ اس طرح جو لوگ مومنین کی مدد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی اپنی معیت کا شرف بخشا ہے۔

چنانچہ جب کفر و اسلام کا پہلا معرکہ بدر کے مقام پر لڑا گیا اس وقت مسلمانوں کی تعداد صرف تین سو تیرہ تھی وہ بھی تہی دست تقریباً غیر مسلح، جبکہ کفار ایک ہزار کا لشکر اور ہر قسم کے ہتھیاروں سے مسلح تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی چودہ سالہ نبوت کی محنت اور کمائی بدر کے میدان میں ڈھیر کر کے اللہ تعالیٰ سے مدد کی درخواست کی تو اللہ کریم نے آسمان سے فرشتوں کی فوج مسلمانوں کے شانہ بشانہ لڑنے کیلئے اتار دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو جو پیغام دیکر بھیجا اسے قرآن مجید کے حروف میں یوں

بیان فرمایا:

اذ یوحی ربک الی الملئکة انی معکم فثبتوا الذین امنوا سالقی فی قلوب الذین کفروا الرعب فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منھم کل بنان (الانفال:۱۲)

جب وحی کی آپ کے رب نے فرشتوں کی طرف کہ بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں تم ثابت قدم رکھو۔ (حوصلہ دو، مضبوط کرو) ان لوگوں کو جو ایمان لائے میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا تم ان کافروں کی گردنوں اور جوڑ جوڑ پر مارو۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کو جو مسلمانوں کی مدد کیلئے آرہے تھے فرمایا: انی معکم۔ بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو کوئی بھی اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کریگا، اللہ تعالیٰ کی مدد، معیت اور نصرت اس کو نصیب ہوگی۔ دیکھ لیجئے اگر محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ ایک مسلمان عورت کی مدد کیلئے نکلتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت و مدد سے کفر کا سینہ چیرتے ہوئے ملتان کے در و دیوار تک پہنچتا ہے۔ اور ایک ہم ہیں کہ آج اپنی تجوریوں اور پیٹ کی بوریوں کو بھرنے کیلئے زمینی حقائق کا عذر تراش کر مصلحت و عقل اور دانش مندی کا نام دیکر اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے جان و مال کو تباہ و برباد کر رہے ہیں اور مسلمان بہنوں، بیٹیوں کو کفار کے درندوں کے رحم و کرم پر چھوڑ رہے ہیں۔ ان حالات کی وجہ سے جب اللہ تعالیٰ کی مدد ہم سے کوسوں دور چلی جائیگی۔ ہم اپنی ہی قوم کو دشمن کا نام لیکر نہیں ڈرائیں گے۔ تو اور کیا کریں گے جیسا کہ گذشتہ دنوں وزیر اعظم میر ظفر اللہ جمالی نے قوم کو یہ مژدہ سنایا تھا کہ بھارت ہم سے زیادہ طاقتور ہے اور ہم کمزور ہیں لہٰذا اپوزیشن کو ہوش کے ناخن لینے چاہیں، یہ سب کچھ ہمارے اعمال اور اسلام و مسلمان دشمنی میں پیش کئے جانے والے کردار کا منطقی نتیجہ ہے۔ جو ہم نے افغان بھائیوں کے قتل و غارت میں ادا کیا اور کشمیری مجاہدین اور ان کے معاونین کے خلاف جو ہم جہد مسلسل کر رہے ہیں اس سے نہ صرف کہ ہم اللہ تعالیٰ کی تائید و حمایت سے محروم ہو جائینگے۔ بلکہ اگر ہمارے لچھن یہی رہے اور ہم نے اپنی روش نہ بدلی تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا کوڑا کسی بھی صورت میں ہم پر برس سکتا ہے (استغفر اللہ، اعاذنا اللہ منہ)

مجاہدین و محسنین کیلئے اللہ تعالیٰ کی معیت

جہاد کرنا بہت بڑا نیکی کا عمل ہے جسے ناطق وحی پیغمبر ﷺ نے سنام الاسلام، اسلام کی چوٹی قرار دیا ہے۔ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں دین اسلام کی ترویج و اشاعت اور ترقی و بلندی کی کوشش کرتا ہے تو اس کی یہ کوشش و جدو جہد جہاد ہی کہلائے گی کیونکہ جہاد کا لفظ اپنے اندر بہت وسعت رکھتا ہے جو آدمی بھی اپنے ہر قسم کے دنیاوی مفادات سے بالاتر ہو کر خالصۃ اللہ تعالیٰ کی رضاء و خوشنودی کیلئے اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کو نیکی فرمایا ہے کیونکہ نیکی انتہا درجہ کے خلوص کا ہی نام ہے جیسا کہ حدیث جبریل علیہ السلام میں حضرت جبریل علیہ السلام کے اس سوال کہ مالاحسان؟ احسان یعنی اخلاص (نیکی) کیا ہے؟ کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک (بخاری ۱۲/۱، کتاب الایمان)

کہ اس طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت کر کہ جس طرح تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور اگر یہ تصور پیدا نہ ہوسکے تو پھر یہ یقین کرلے کہ اللہ تعالیٰ تجھے دیکھ رہا ہے ظاہر ہے۔ کہ جب انسان کی یہ حالت ہوگی تو اس میں اعلیٰ درجہ کا خلوص ہوگا جو لوگ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے عمل کرتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کیلئے اپنی معیت کا اعلان ان الفاظ میں فرمایا:

والذين جاهدوا فينا لنهدينهم سبلنا وان الله لمع المحسنين (العنکبوت:۶۹)

جن لوگوں نے ہمارے لئے (ہمارے راستے میں) کوشش کی البتہ ہم ان کو ضرور اپنے راستے دکھا دیتے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

متقین کیلئے اللہ تعالیٰ کی معیت

تقویٰ و پرہیزگاری بھی انسان کو انتہائی خلوص سے عمل کرنے کے ساتھ ہی حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ ہمہ قسم کے صغیرہ کبیرہ گناہوں سے بچنا ہی حتیٰ کہ شکوک و شبہات کے کاموں اور چیزوں سے بھی اجتناب کرنا تقویٰ کہلاتا ہے۔ چونکہ متقی انسان بھی اپنی تمام تر خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے قربان کر دیتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ شرف بخشا ہے۔ کہ اسے اپنی معیت نصیب فرمائی۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ان عدة الشهور عندالله اثنا عشر شهرا فى كتاب الله يوم خلق السموت والارض منها اربعة حرم. ذالك الدين القيم فلا تظلموا فيهن انفسكم وقاتلوا المشركين كآفة كما يقاتلونكم كافة واعلموا ان الله مع المتقين. (التوبہ:۳۶)

بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی کتاب میں مہینوں کی گنتی بارہ مہینے ہے۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں یہ سیدھا دین ہے تم ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور مشرکوں سے اکٹھے ہو کر لڑائی کرو۔ جیسا کہ وہ اکٹھے ہو کر (مل کر) تم سے لڑتے ہیں۔ اور جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ متقی پرہیزگار لوگوں کے ساتھ ہے۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

يا ايها الذين آمنوا قاتلوا الذين يلونكم من الكفار وليجدوا فيكم غلظة واعلموا ان الله مع المتقين . (التوبہ:۱۲۳)

اے ایمان والو کافروں میں سے جو تمہارے قریب (آس پاس) ہیں ان سے لڑو اور انہیں تمہاری سختی و بہادری معلوم ہونی چاہئے۔ اور جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

ایک اور مقام پر یوں ارشاد ہوتا ہے:

الشهر الحرام بالشهر الحرام والحرمات قصاص فمن اعتدى عليكم فاعتدوا عليه بمثل مااعتدى عليكم واتقوا الله واعلموا ان الله مع المتقين (البقرہ:۱۹۶)

حرمت والا مہینہ حرمت والے مہینے کے بدلے میں ہے اور حرمتوں کا بدلہ ہے تو جو شخص تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس پر اتنی زیادتی کرو جتنی زیادتی اس نے تم پر کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ متقین، پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

ان آیات بینات میں متقین کیلئے اللہ تعالیٰ کی معیت (مدد) کا شرف حاصل ہونا واضح طور پر بیان ہو رہا ہے۔

صبر کرنے والوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی معیت

اسلام میں صبر کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ اس لئے کہ صبر ایک بہت مشکل امر ہے البتہ جو اس کو اپنا لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس

کیلئے آسانیاں پیدا فرما دیتے ہیں اور پھر اس شخص کیلئے کوئی بھی کام مشکل نہیں ہوتا۔ صبر کے تین معانی بیان کئے جاتے ہیں:
۱۔ نیکی کرنا۔ ۲۔ گناہ سے بچنا۔ ۳۔ کوئی مصیبت آئے تو خندہ پیشانی اور ثابت قدمی سے اس کو برداشت کرنا۔
کیونکہ جب آدمی کوئی نیکی کا کام کرتا ہے تو اس کیلئے اسے اپنی خواہشات کو قربان کرنے کے ساتھ ساتھ بعض اوقات مشقت بھی اٹھانا پڑتی ہے۔ اور گناہ سے بچنے کیلئے بھی یہی معاملہ کارفرما ہوتا ہے۔ اور پھر کبھی نیکی کرنے یا گناہ سے بچنے کی وجہ سے کوئی مصیبت آ جاتی ہے تو وہ شخص مصیبت تکلیف، اور پریشانی کی وجہ سے نیکی کرنا نہیں چھوڑتا۔ اور نہ ہی وہ گناہ کرنا شروع کر دیتا ہے۔ بلکہ اس کے برعکس وہ تکلیف اور مصیبت کو اللہ تعالیٰ کی رضاء کیلئے برداشت کر لیتا ہے۔ عام طور پر صبر کا یہی معنی ومفہوم لیا جاتا ہے۔ بہرحال صبر کرنا بہت بڑا نیکی کا عمل ہے۔ جس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کیلئے خصوصی طور پر اپنی معیت کا اظہار فرمایا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

یاایها الذین آمنوا استعینوا بالصبر والصلوٰة ان الله مع الصابرین (البقرہ:۱۵۳)

اے ایمان والو مدد طلب کرو صبر اور نماز کے ساتھ بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ یعنی جب بھی کوئی مصیبت آ جائے تو ایمان پر ثابت قدم رہو اور نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے مصیبت اور مشکل کے ٹلنے کا سوال کرو۔ جو شخص ایسا کریگا تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرمائیں گے اور اس مصیبت کے خلاف اپنے اس بندے کا ساتھ دیں گے جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ شخص مصائب ومشکلات پر قابو پالے گا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت طالوت علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا ہے۔ کہ بنی اسرائیل میں سے ہی ایک گروہ نے اس وقت کے اپنے نبی (حضرت شمویل علیہ السلام) سے مطالبہ کر دیا کہ ہمارا کوئی سربراہ، سردار، کمانڈر، اور چیف آف آرمی سٹاف مقرر کر دیں کہ جس کی سربراہی میں ہم جہاد کریں۔ حضرت شمویل علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے انکو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ اور سردار مقرر کر دیا ہے۔ تو پہلے تو انہوں نے لغو قسم کے کئی اعتراض کئے کہ اس کے پاس مال ودولت نہیں ہے اس لئے وہ ہمارا سردار کیسے ہوسکتا ہے۔ لیکن جب یہ فیصلہ تبدیل نہ ہوا تو ایک موقعہ پر جب حضرت طالوت اپنی قوم کو لیکر جالوت کافر کی فوج سے جہاد اور لڑائی کے نکلے تو اس وقت بعض لوگوں نے یہ بات کہی:

لاطاقة لنا الیوم بجالوت وجنوده

کہ ہم تو جالوت اور اس کی فوج کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو جو لوگ مخلص تھے انہوں نے جو جواب دیا اللہ کریم نے اسے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

قال الذین یظنون انهم ملقوا الله کم من فئة قلیلة غلبت فئة کثیرة باذن الله والله مع الصابرین (البقرۃ:۲۴۹)

جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی ملاقات (قیامت کے قائم ہونے) کا یقین تھا انہوں نے کہا (تمہیں گھبرانا نہیں چاہئے کیونکہ) کتنی ہی تھوڑی جماعتیں اللہ تعالیٰ کے حکم (مدد) سے بڑی جماعتوں پر غالب آ گئیں اور اللہ تعالیٰ تو صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور پھر جب وہ کفار کے مقابلہ میں نکلے تو انہوں نے یہ دعا کی:

ربنا افرغ علینا صبرا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین (البقرہ:۲۵۰)

اے اللہ ہمیں صبر کی توفیق فرما اور ہمیں ثابت قدم رکھ۔ اور کفار کے خلاف ہماری مدد فرما جب ان لوگوں نے صبر کا اس قدر مظاہرہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے معیت والے وعدے کو یوں پورا کیا کہ ان مٹھی بھر صابرین کو کافروں کے بہت بڑے لشکر پر فتح عطا فرمائی چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

فهزموهم باذن الله وقتل داؤد جالوت واته الله الملک والحکمة وعلمه مما یشآء (البقرہ:۲۵۱)

توان صبر کرنے والوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کفار کو شکست دی اور حضرت داؤد علیہ السلام نے (کافروں کے کمانڈر) جالوت کو قتل کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو بادشاہی اور حکمت (نبوت) عطا فرمائی اور جو چاہا انہیں علم سکھایا۔

ان آیات بینات سے اللہ تعالیٰ کے وعدے کی صداقت بھی ثابت ہوتی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کیلئے اپنی معیت کا اعلان فرمایا تو پھر اس وعدے کو پورا بھی کر دکھایا۔ تاکہ لوگوں کو یقین آ جائے کہ اللہ تعالیٰ کی معیت، مدد، نصرت و حمایت حاصل کرنے کیلئے صبر جیسا عزیمت کا عمل اختیار کرنا چاہئے۔

عزیز قارئین:

گذشتہ ساری بحث سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوئی کہ کچھ ایسے خوش نصیب بھی ہیں کہ جن کا اللہ تعالیٰ ساتھی ہے اور جن کیلئے اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد، نصرت اور حمایت کا بطور خاص وعدہ فرمایا ہے۔ اگر ہم بھی چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارا ساتھی بن جائے اور ہمیں اللہ تعالیٰ کی معیت نصیب ہو جائے تو ہمیں بھی چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ دین پر ایمان لائیں رسول اللہ ﷺ کی دل و جان سے اطاعت و فرمانبرداری کریں۔ اور دین اسلام کی ترویج و اشاعت اور سربلندی کیلئے اپنا تن من دھن قربان کر دیں اور دین اسلام اور اسے اپنانے والے مسلمانوں کی مدد اور ان سے تعاون کرنے کو اپنا فرض سمجھیں۔ کفار سے دوستی کی بجائے انہیں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اللہ ﷺ دین اسلام اور اپنا دشمن سمجھیں اور اگر وہ مسلمانوں سے جنگ کریں تو پھر ہم بھی تمام تر وسائل کے ساتھ کفار کا میدان قتال و جہاد میں مقابلہ کریں۔ نماز کی پابندی کریں زکوٰۃ ادا کریں، اپنا مال، وقت اور جان حتیٰ کہ اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کیلئے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کریں۔

اپنے اندر تقویٰ و پرہیزگاری پیدا کریں ہر قسم کے گناہوں سے بچیں حتیٰ کہ شکوک و شبہات کی آلودگی سے بھی اپنے دامن کو بچائیں۔ اور اگر کبھی مشکل حالات پیدا ہو جائیں جیسا کہ آجکل ہیں کہ ساری دنیا کا کفر مل کر اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کیلئے کمر ہمت باندھ چکا ہے۔ مگر افسوس کہ مسلم حکمران نہ صرف یہ کہ خواب غفلت میں پڑے ہیں بلکہ کفار کی چاپلوسی میں لگے ہیں۔ تو ایمان پر ثابت قدم رہتے ہوئے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ جب یہ سارے کام ہم کریں گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ بھی اپنے وعدے کے مطابق ہمارا حامی و مددگار بن جائیگا کہ:

من اصدق من الله حديثا اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچی بات کرنے والا کوئی دوسرا ہو ہی نہیں سکتا۔ اور یہ کہ:

ان الله لايخلف الميعاد

اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف بھی نہیں کرتا۔ بس ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اسلام کو اپنانے میں اور حق کی آواز لوگوں تک پہنچانے میں کمی اور سستی نہ کریں۔ تو اللہ تعالیٰ کا فرمان:

واوفو بعهدى اوف بعهدكم "تم میرے وعدے کو پورا کرو تو میں تمہارے وعدے کو پورا کرونگا۔"

نہ شاخ گل ہی اونچی ہے نہ دیوار چمن اے بلبل
تیری ہم کی پستی تیری کوشش کی کوتاہی

اللہ تعالیٰ کے حضور عجز و انکساری سے دعا اور عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں وہ صفات اور خوبیاں پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے جن کی وجہ سے ایک کمزور و نحیف انسان اللہ رب العزت کی معیت کا حقدار بن جاتا ہے آمین ثم آمین

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَ حُبَّ عَمَلٍ یُقَرِّبُنَا اِلٰی حُبِّکَ